QUARTERLY, PEER REVIEWED
al-amir
ISSN(P): 2790-931X ISSN(E): 2790-9328
E-Mail: editor.alamir@gmail.com

سامری برادری: مذہبی عقائد، قانونی روایات، تاریخی ارتقاء اور یہودیت کے ساتھ تقابلی جائزہ

The Samaritan Community: Religious Beliefs, Legal Traditions, Historical Development and a Comparative Analysis with Judaism

Dr. Hafiz Ruvaifa Khan
Lecturer, Department of Qur'ānic Studies, the Islamia University of Bahawalpur. Email: hafiz.ruvaifa@iub.edu.pk
Khawar Rasheed
PhD Scholar, Department of Qur'ānic Studies, the Islamia University of Bahawalpur. Email: kawarbutt575@gmail.com
Abdul Rehman
PhD Scholar, Department of Qur'ānic Studies, the Islamia University of Bahawalpur. Email: abdulrehmannawaz4045@gmail.com

Abstract:
The Samaritan community represents one of the oldest surviving religious traditions within the broader framework of ancient Israelite heritage, maintaining a distinct identity separate from mainstream Judaism. This study offers a comprehensive examination of the Samaritan community by analyzing its core religious beliefs, legal traditions, and historical development.

The paper explores key theological concepts, including monotheism, the status of Prophet Moses, the sanctity of Mount Gerizim, and eschatological beliefs related to the Day of Judgment. It further examines the practical dimensions of Samaritan religious life, such as the Ten Commandments, Sabbath observance, Passover rituals, and other religious practices.

A central focus of this study is the analysis of the Samaritan Torah and its textual and interpretive distinctions from the Jewish (Masoretic) tradition. The research also highlights the historical evolution of the Samaritan community, including socio-political challenges, issues of identity, and interactions with other religious traditions, particularly Judaism, Christianity, and Islam.

By adopting a comparative and analytical approach, this paper underscores the uniqueness of the Samaritan tradition while situating it within the broader discourse of Abrahamic religions. It also sheds light on the contemporary condition of the Samaritan community as a small yet resilient religious minority striving to preserve its heritage.

Keywords: Samaritans; Judaism; Religious Beliefs; Comparative Religion; Samaritan Torah; Mount Gerizim; Religious Identity; Abrahamic Traditions

تعارف:

سامری کی جمع سامریون ہے اور یہ عبرانی سے معرب ہے جس کا تلفظ "شومیر ونیم "یعنی سامریہ کا رہنے والا۔ تالمود میں ان کے لے "کوتیم" نام آیاہے جس کا معنی پردیسی ہے۔ اہل یہود کا معروف مورخ یوزیفس ان کا تذکرہ "شکیمیین" کے نام سے کرتا ہے یعنی شکیم (موجودہ نابلس) شہر کے رہنے والے۔ دور حاضر میں سامری لوگ اس کو "شومریم" سے معرب مانتے ہیں جس کا معنی شریعت کے محافظ ہیں یعنی ان کا دعویٰ یہ ہے کہ ہم سامرہ میں رہنے والے ان یہودیوں کی نسل ہیں جو 722ء ق م شمالی سلطنت کے تباہ ہونے کے باوجود فلسطین سے نہیں گئے تھے یوں انہوں نے شریعت کو محفوظ رکھا۔[1] سامری لوگ خود کو یہودی نہیں کہتے بلکہ بنو اسرائیل، بنو یوسف اور آل فینحس کہتے ہیں۔[2]

سامریہ: شمالی اسرائیل کے دارالحکومت اور اس کے ارد گرد کے علاقے کا نام ہے۔

شاہ اسرائیل عمری نے (دور حکومت 885ق م تا874ق م) ترضہ (شمالی اسرائیل کا پہلا درالحکومت جو کہ سامریہ کے مشرق میں چھ میل کے فاصلے پر تھا) میں چھ برس سلطنت کے بعد سمر نامی شخص سے دو قنطار (ایک قنطار کا وزن 30 کلو کے برابر ہوتا ہے) کے عوض ایک پہاڑی خریدی جو شکیم (اب نابلس) شہر سے سات میل شمال مغرب میں تجارتی شاہراہ پر تھی تاکہ اپنا دارالحکومت وہاں شفٹ کرے، سو اس کے مالک کے نام پر ہی اس شہر کا نام سامریہ رکھا گیا[3]۔

اس شہر کی جائے وقوع پر یوں بھی روشنی ڈالی گئی ہے "یہ شہر اسی نام کے پہاڑ پر بسایا گیا تھا اور ارد گرد کے میدان سے تقریباً تین سو فٹ (91 میٹر) بلند تھا، اس طرح اسے دفاعی برتری حاصل تھی، یہ یروشلیم سے تقریباً چالیس میل (50 کلومیٹر) شمال میں دریائے یردن اور بحیرہ روم کے درمیان واقع ہے"[4]

اس شہر کی طرف نسبت کرتے ہوئے یہاں بسنے والے اسرائیلیوں کو سامری کہا جانے لگا جو بعد میں باقاعدہ ایک فرقے کا مذہبی نام معروف ہو گیا۔

سامری عقائد: مذہب سامری کے بنیادی پانچ ارکان ہیں، ان میں سے کسی ایک کا انکار کرنے والا سامری نہیں کہلا سکتا۔

1 ۔توحید باری تعالیٰ

2 ۔موسیٰ علیہ السلام کو نبی ماننا۔

3 ۔سامری توراہ پر ایمان لانا جو کہ پانچ کتابوں پر مشتمل ہے۔

4 ۔کوہ گرزیم کو قبلہ اور مقدس جاننا۔

5 ۔قیامت کے دن جی اٹھنے اور حساب و کتاب کو برحق تسلیم کرنا۔

ان پانچ بنیادوں کا تذکرہ ان کی دعائے استہلالیہ (یعنی دعائے آغاز) میں ہے جسے "انصرہ"(Ensira) کہتے ہیں، یہ ان کے مذہب کی زیادہ مفصل شہادت ہے اس کا ترجمہ یوں کیا گیا" اے مولا، میرے اور میرے آباء کے خدا میں تیرے سامنے تیری رحمت کے دروازے پر کھڑا ہوں تاکہ اپنی ہمت اور طاقت کے مطابق تیری حمد اور تیری بزرگیوں کو بیان کروں، آج کے دن مجھ مسکین و ضعیف کو معلوم ہے اور میں نے اسے دلنشین کر لیاہے کہ تو آسمانوں اور زمین کا الٰہ ہے اور تیرے سوا کوئی الٰہ نہیں تیرا اسم مقدس ابد تک مبارک رہے خدا صرف ایک ہے اے آقا ہم کبھی بھی تیرے سوا اور کسی کی عبادت نہیں کریں گے اور ہم ہمیشہ صرف تجھ

پر اور تیرے نبی موسیٰ، تیری سچی کتاب، تیری عبادت کرنے کی جگہ جبل جرزیم (کوہ گرزیم)، بیتل، جبل القراء والمال، شکینہ (معبد) اور یوم جزا سزا پر ایمان رکھیں گے، "اھیہ اشر اھیہ" مولا ہمارا خدا ہے مولا صرف ایک ہے، اس کا احسان اور اس کی رحمت کتنی عظیم ہے میں تیرے سامنے کھڑا ہوں، میں تیری رحمت وشفقت طلب کرتا ہوں اور میں اپنے قلب وروح کی گہرائیوں سے پکار اٹھتا ہوں، اے میرے مالک"[5]

توحید باری تعالیٰ:

سامری توراہ میں کئی مقامات پر توحید کا اثبات اور بت پرستی، تصویر اور شرک کی نفی موجود ہے بلکہ اگر اس قوم کا شخص شرک کرے یا لوگوں کو اس کی دعوت دے تو اس کی سزا قتل ہے[6] بلکہ ان کلمہ توحید عربی میں انہی الفاظ پر مشتمل ہے جو مسلمانوں کا ہے یعنی لا الہ الا اللہ

خالق کائنات کے لیے جہاں یہ لوگ عبرانی میں "یھووہ" بولتے ہیں وہاں "اِل اور " اللا" بھی استعمال کرتے ہیں جو لفظ اللہ کے قریب قریب ہے۔[7]

موسیٰ علیہ السلام:

سامری مذہب کا دوسرا رکن جناب موسیٰ علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ کا نبی ورسول ماننا اور ان پر نبوت کا اختتام سمجھنا، یہی وجہ ہے موسیٰ علیہ السلام کے بعد والے کسی مدعی نبوت کو یہ لوگ سچا نبی نہیں مانتے۔[8]

البتہ آخر زمانے میں مسیح کے آنے کا انتظار کر رہے ہیں لیکن اس کے متعلق ان کا کہنا ہے کہ مسیح آل یوسف سے ہو گا۔[9]

التوراہ:

تیسرا رکن توراہ پر ایمان لانا ہے۔ یہ پانچ کتابوں پر مشتمل ہے۔

1۔پیدائش / تکوین 2۔خروج 3۔احبار / اللاویین 4۔گنتی / العدد 5۔استثنا/ تثنیہ شرع

سامری مذہب کے لوگ اس کو التوراہ السامریہ (Samaritan Tora) کہتے ہیں چونکہ یہ لوگ موسیٰ علیہ السلام کے بعد کسی نبی کے قائل نہیں تو اپنی اس توراہ کے علاوہ کسی کتاب کو بھی نہیں مانتے، جبکہ بعض اہل علم کا کہنا ہے کہ بسا اوقات کتاب یوشع کو شامل کر لیتے ہیں[10]۔

کوہ گرزیم:

یہ پہاڑ سطح سمندر سے 2849 قدم (فٹ) بلند ہے فلسطین کے شہر شکیم (موجودہ نابلس) میں واقع ہے اور شہر سے (700) قدم (فٹ) اونچا ہے۔

سامری مذہب کا چوتھا رکن اس پہاڑ کو مقدس جاننا اور قبلہ قرار دینا ہے اور اسی پر پہلی ہیکل بنائے جانے کے دعویدار ہیں۔ موسیٰ علیہ السلام کی وصیت کے مطابق جناب یشوع علیہ السلام نے کوہ گرزیم پر بنی اسرائیل کے آدھے قبائل کو چڑھایا تاکہ اس پر سے برکت کا اعلان کریں، جبکہ باقی نصف کو اس پہاڑ کے مدمقابل کوہ عیبال پر چڑھایا تاکہ لعنت کا اعلان کریں[11]۔ سامریوں کے بقول سیدنا ابراھیم علیہ السلام کو جس جگہ اپنا بیٹا ذبح کرنے کا حکم ہوا تھا وہ بھی اس پہاڑ پر تھی۔ اس پہاڑ پر یہ لوگ حج / (عید فسح) کرنے کی

غرض سے جاتے ہیں، پھر ان کی ہیکل کو 128 ق م میں تباہ کر دیا گیا، پھر تعمیر کر لی لیکن 67 ق م میں پھر گرا دی گئی اور اب تک دوبارہ نہیں بنا سکے، البتہ حج / (عید فسح) کے لیے اب بھی اس پہاڑ پر جاتے ہیں[12]۔

روز قیامت اور حساب و کتاب:

سامری مذہب کا پانچواں رکن مرنے کے بعد دوبارہ جی اٹھنے اور اللہ تعالیٰ کے حضور حساب و کتاب کے لیے کھڑے ہونے پر ایمان لانا ہے؟

گو کہ عبرانی یہودی بھی اس عقیدے کو مانتے ہیں لیکن ان میں اور سامریوں میں فرق اس عقیدے کی نص و دلیل کا ہے، چنانچہ سامری مذہب کے مطابق توراہ کی کتاب استثنا میں اس کا ثبوت ان الفاظ میں ہے "جس وقت ان کے قدم پھسلیں گے میرے ہی اختیار میں اس دن سزا دینا اور بدلہ دینا ہے، کیونکہ ان کی ہلاکت کا دن قریب اور حادثات ان کی جانب تیزی کے ساتھ آرہے ہیں"[13] جبکہ عبرانی یہودیوں کے ہاں اس کی دلیل دیگر انبیاء کی کتب میں ہے۔

یہودیوں اور عیسائیوں کے علوم غیب کے سلسلے میں بھی جزا اور سزا کے دن کی بلاشک بڑی اہمیت ہے لیکن یہودیوں کے ہاں ایک باقاعدہ اصول عقیدہ کے طور پر اس کا کبھی رواج نہیں ہوا نہ یہ ارکان عبادت ہی میں پایا جاتا ہے جبکہ سامری کے ہاں یہ انتہائی اہمیت کا حامل ہے، اتنی اہمیت کا کہ یہ "انصرہ" کا ایک حصہ ہے[14]۔

نظریات:

تہب / تاہب: یہ آرامی زبان کا لفظ ہے جس کا معنی "مڑنا" واپسی" بحال کرنا" بحال کرنے والا" واپس آنے والا"[15] "عربوں (مسلمانوں) کے مہدی اور سامریوں کے تہب کے درمیان جو مماثلت ہے وہ بھی اہمیت رکھتی ہے، ابن خلدون لکھتا ہے: "تمام اہل اسلام میں صدیوں سے یہ بات مسلم چلی آرہی ہے کہ زمانے کے اخیر میں اہل بیت میں سے ایک آدمی ظاہر ہو گا جو دین کو قوت بخشے گا اور عدل و انصاف قائم کرے گا۔ مسلمان اس کا اتباع کریں گے اور وہ تمام مسلم مملکتوں پر قابض ہو جائے گا اور " المہدی" کہلائے گا"[16]

اس روایت کی رو سے مہدی اور تہب میں کلی مطابقت پائی جاتی ہے سامریوں کے نزدیک یا تو وہ بنی موعود ہیں یا آل موسیٰ میں سے ہیں اور قبیلہ لاوی (Levi) سے تعلق رکھتے ہیں، وہ مصلح ہیں جو لوگوں کو دوبارہ ان کے پرانے عقیدے اور عظمت کی طرف لے جائیں گے اور ان کی وجہ سے دین کو فتح حاصل ہو گی، وہ یہودیوں کے "ماشیح" (مسیح) اور عیسائیوں کے یسوع سے مختلف ہیں اور وہ آسمان سے نازل نہیں ہوں گے، وہ بشر ہوں گے اور سامری عقیدے کے مطابق دنیا میں تھوڑی دیر قیام کریں گے[17]۔

فرشتے: دیگر یہودیوں کی طرح سامری بھی فرشتوں کا یقین رکھتے ہیں[18]۔

زبانی روایات: سامری مذہب کے لوگ زبانی روایات (یعنی تالمود) کو تسلیم نہیں کرتے یہ صرف اور صرف توراہ پر ایمان رکھتے ہیں اور اس کے ظاہری الفاظ کو ہی حجت تسلیم کرتے ہیں[19]۔

احکام عشرہ: موسیٰ علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے کوہ طور پر جو دس حکم ملے تھے سامری ان کو بھی اپنی زندگی کا اوڑھنا بچھونا بناتے ہیں کیونکہ موسیٰ علیہ السلام نے بار بار ان کی حفاظت کا حکم دیا تھا جیسا کہ کتاب استثناء کے مطالعے سے معلوم ہوتا ہے۔

سامری توراہ کا نسخہ: ان کے نظریے کے مطابق ان کے پاس توراہ کا سب سے قدیم نسخہ ہے جو حضرت ہارون علیہ السلام کے پڑپوتے کا لکھا ہوا ہے[20]

یوم سبت: توراہ پر عمل کرتے ہوئے یہ لوگ یوم سبت (ہفتے کا دن) پر شدید محافظت کرتے ہیں، اس دن نہ تو یہ آگ جلاتے ہیں اور نہ ہی کوئی روشنی ان کے ہاں نظر آتی ہے[21]۔

یوم کفارہ: (یہودی مہینہ تشری کی دس تاریخ) کو روزہ رکھنے میں بھی بڑی سختی سے کام لیتے ہیں یہاں تک کہ شیر خوار بچے اور دودھ پلانے والی مائیں بھی یہ دن بھوک اور پیاس برداشت کرکے گزارتے ہیں[22]۔

عید فسح / فصح: (یہودی مہینے نیسان کی پندرہ تاریخ) کے موقع پر سامری لوگ حج کے لیے کوہ گرزیم پر جاتے ہیں اور وہاں قربانیاں ذبح کرتے ہیں جبکہ عبرانی یہودی اس عید کے موقع پر جبل صیہون پر یہی عمل کرتے ہیں[23]۔

شعائر: میں سے غسل اور وضو کی مخصوص صورتیں نماز سے قبل جن سے عہدہ برآ ہونا فرض ہے، سامریوں کے ہاں پائی جاتی ہیں[24]۔

تاریخ انسانی: چار حصوں پر منقسم ہے۔

اول: کاملیت کا دور' یہ تخلیق کے آغاز سے آدم اور حواء کے گناہ میں گرنے تک کا زمانہ ہے۔

دوم: الہیٰ ناپسندیدگی کا پہلا دور' یہ باغ عدن میں انسان کے گناہ میں گرنے سے شروع ہوتا ہے اور کوہ سینا پر شریعت ملنے کے وقت تک ختم ہوجاتا ہے۔

سوم: الہیٰ حمایت کا دور' یہ زمانہ موسیٰ کو شریعت ملنے کے وقت سے شروع ہوجاتا ہے اور عیلی کاہن کے ایام تک ختم ہوجاتا ہے، عیلی کاہن نے غلطی کی اور عہد کا صندوق کوہ گرزیم سے سیلا میں منتقل کردیا۔ نتیجے میں وہ اور اس کے بیٹے مر گئے اور عہد کا صندوق چھن گیا، الہیٰ حمایت کا دور کوہ گرزیم پر سامری ہیکل بننے سے لوٹ آیا تھا لیکن اس کی بربادی سے دوبارہ ختم ہوگیا۔

چہارم: الہیٰ ناپسندیدگی کا دوسرا دور' کوہ گرزیم پر سامری ہیکل کی بربادی سے یہ دور شروع ہوگیا اور ابھی تک یہ دور جاری ہے، لیکن جب خدا کا ممسوح (مسیح) آئے گا تو یہ دور ختم ہوجائے گا، ان کے نزدیک اس ممسوح کو "تاہب" (تہب) (Taheb) کہا جاتا ہے جس کے آرامی زبان میں معانی ہیں۔ مڑنا، واپسی، بحال کرنا، بحال کرنے والا، یا واپس آنے والا[25]۔ یہ خیال ملاکی (6:4) پر مبنی ہے یہ مسیح یہوداہ میں سے نہیں بلکہ یوسف کے قبیلے میں سے ہوگا۔۔۔ وہ کوہ گرزیم کی ہیکل کو بحال کرے گا اور پھر مر جائے گا اس کے بعد یوم سزاو جزا ہوگا پھر قیامت اور آخری عدالت ہوگی اور موسیٰ اپنے ماننے والوں کی شفاعت کرے گا۔ راست باز لوگ کوہ گرزیم پر واقع باغ عدن میں داخل ہوں گے[26]۔

موسیٰ علیہ السلام نے بنی اسرائیل کو مصر کی غلامی سے آزادی دلوا کر ملک کنعان (موجودہ فلسطین) لانے کے لیے جدوجہد کی لیکن قوم کی نافرمانی اور جہاد سے اعراض کے سبب چالیس سال تک بیابان میں خیمے لگا کر خانہ بدوشوں کی سی زندگی گزاری[27]۔ اسی دوران پہلے حضرت ہارون علیہ السلام نے اور پھر حضرت موسیٰ علیہ السلام نے وفات پائی[28]۔ موسیٰ علیہ السلام نے اپنے بعد بنی اسرائیل کا نگران جناب یوشع بن نون علیہ السلام کو مقرر کیا، ان کی قیادت میں ملک کنعان فتح ہوا اور حکم کے مطابق بنی اسرائیل کے تمام

قبیلوں میں اس ملک کو تقسیم کر دیا گیا، البتہ لاوی قبیلہ کی خاص ذمہ داری (کہانت) تھی اس لیے انہیں کوئی علاقہ نہیں دیا گیا[29]۔ جناب یوشع علیہ السلام کے بعد قاضیوں کا زمانہ کہلاتا ہے، سامری لوگ اس کو "زمانہ رضوان" کہتے ہیں اور حضرت یوشع علیہ السلام سے لے کر آخری قاضی شومشم (سیمون) تک دو سو ساٹھ سال (260) کی مدت بنتی ہے۔

یہود کی مقدس کتب، تاریخ اور مسیحی مورخ جو کہانی سناتے ہیں وہ حسب ذیل ہے۔

صحائف انبیاء میں سامریہ کو بت پرستی کا مرکز قرار دیا گیا ہے[30]۔

یہودیوں اور سامریوں کے باہمی اختلافات کو مندرجہ ذیل چار عنوانات کے تحت پیش کا جاسکتا ہے۔

1۔ قبائلی کش مکش: بنی اسرائیل کا پہلا بادشاہ ساؤل سارے اسرائیل کا بادشاہ تھا اس کی موت کے بعد یہوداہ کے قبیلے نے داؤد کو حبرون میں اپنا بادشاہ بنالیا[31]۔ لیکن اسرائیل کے باقی گیارہ قبائل نے ساؤل کے بیٹے اشبوست کو تمام اسرائیل کا بادشاہ بنادیا[32]۔ اس طرح ساؤل اور داؤد کے گھرانے میں مدت تک جنگ رہی[33]۔

لیکن آخر کار سارے اسرائیل نے داؤد کو اپنا بادشاہ تسلیم کر لیا[34]۔ معلوم ہوا یہوداہ اور باقی قبائل میں کش مکش بہت پرانی تھی سلیمان علیہ السلام کے بیٹے رحبعام کے دور میں اسرائیل کے دس قبائل نے یربعام کی قیادت میں بغاوت کر کے اسرائیل کی شمالی سلطنت قائم کرلی، اس دفعہ بنیمین کا قبیلہ یہوداہ کے ساتھ وفادار رہا، تاریخی اعتبار سے یہ دس قبائل اسی علاقے میں آباد تھے جو بعد میں اور خاص کر اسوری، بابلی، فارسی، اور یونانی ادوار میں سامریہ کہلاتا تھا[35]۔

بعد میں ان دونوں سلطنتوں میں کئی بار جنگیں ہوتی رہیں مثلاً شاہ اسرائیل بعشا اور شاہ یہوداہ آسا کی جنگ[36] اور شاہ اسرائیل یہو آس بن یہو آخز اور شاہ یہوداہ امصیاہ کی جنگ[37] اس طرح ہم دیکھتے ہیں کہ سامریہ کے رہنے والے اور یہوداہ (یہودیہ) میں رہنے والے اپنے قبائلی کش مکش کے ورثے سے بخوبی واقف تھے۔

شمالی سلطنت کے رہنے والے یربعام بن نباط کی چالاکی میں پھنس کر بیت ایل اور دان کے مذبحوں کو یروشلیم کی ہیکل کا متبادل تسلیم کر بیٹھے تھے، لیکن 722ق م میں سقوط سامریہ کے بعد حزقیاہ اور یوسیاہ کی اصلاحات سامریہ کے علاقوں تک پھیل چکی تھیں اور یرمیاہ اور حزقی ایل ان دونوں سلطنتوں کے اتحاد کی امید دیکھتے ہیں[38]۔

سامریہ کے علاقوں سے شہر سامریہ، سکم اور سیلا سے لوگ اس وقت بھی یروشلیم میں عبادت کرنے آئے جب ہیکل 587ق م میں برباد بھی ہو چکی تھی،[39] اس سے پتہ چلتا ہے کہ یہودیہ اور سامریہ کے لوگوں میں قبائلی کش مکش کے تاریخی ورثے نے انہیں ایک دوسرے کے بارے میں تنگ نظری کا شکار بنا رکھا تھا۔

2۔ مخلوط نسل: شاہ اسور سلمنسر پنجم نے تین سال تک سامریہ کا محاصرہ کیے رکھنے کے بعد 722ق م میں سامریہ کو تسخیر کر لیا اور اس کے ساتھ ہی دس اسرائیلی قبائل پر مشتمل شمالی سلطنت کا آزاد وجود ختم ہو گیا، اسوری حکومت نے ان اسرائیلیوں کے سر کردہ افراد کو دوسرے علاقوں میں جلاوطن کر دیا اور بابل، کوتہ، حمات اور سفر وائم کے باشندوں کو اسرائیل کی بقیہ آبادی میں سامریہ کے شہروں میں بسادیا، اس طرح یہ غیر اسرائیلی شہروں کے خوف سے بچنے کے لیے خدا کی پرستش کرنے لگے اور اپنے آبائی دیوتاؤں کو بھی ترک نہ کیا، صدیوں تک اکٹھے رہنے سے نہ صرف ان کے عقائد خلط ملط ہو گئے بلکہ راسخ یہودیوں کے نزدیک سامریہ کے اسرائیلی نسلی اعتبار سے مخلوط ہو گئے[40]۔

اسیری کے بعد جب یہودیوں نے یروشلیم واپس آکر شاہ فارس خورس کے فرمان سے ہیکل کی تعمیر شروع کی اور کچھ عرصے بعد جب نحمیاہ نے شہر اور فصیل کی تعمیر شروع کی تو ان سامریوں کی طرف سے اس بات کی شدید مخالفت کی گئی یہودیوں نے انہیں ہیکل کی تعمیر میں شریک نہ ہونے دیا اور مخالفت کے باوجود وہ شہر پناہ بنانے میں کامیاب ہو گئے[41]۔

اگرچہ اس خاص دور میں سامری یہودی مذہب پر کاربند نظر آتے ہیں اور یروشلیم کی تعمیر ان کے نزدیک سیاسی طور پر نقصان دہ تھی لیکن راسخ یہودی جو اسیری سے واپس آئے تھے انہیں مخلوط نسل سمجھتے ہوئے ان سے کوئی واسطہ رکھنا مناسب نہ سمجھتے تھے، عزرا اور نحمیاہ کی اصلاحات کا مقصد ہی یہی تھا کہ غیر اقوام کی تاثیر سے یہودی معاشرے کو پاک رکھا جائے اور شریعت کا زور ہو، نحمیاہ نے ان تمام لوگوں کی سرزنش کی جنہوں نے غیر اقوام عورتوں سے شادیاں کر رکھی تھی، اس نے سردار کاہن الیاسب کے پوتے، حورونی سنبلط کے داماد کو کہانت سے برطرف کر دیا کیونکہ اس نے سامریہ کے گورنر سنبلط کی پوتی سے بیاہ کر رکھا تھا[42]۔

3۔ سامری ہیکل: نحمیاہ نے جب سنبلط کے داماد منسی کو کہانت سے برطرف کیا تو اس نے اپنی بیٹی کی شادی اور داماد کی کہانت کو برقرار رکھنے کے لیے منسی کے لیے کوہ گرزیم پر ایک ہیکل بنوا دی دس قبائل نے پہلے یربعام بن نباط کی قیادت میں یروشلیمی ہیکل کے مقابلے میں بیت ایل اور دان کے مذبحوں کو جائے پرستش قرار دیا تھا، اب اسرائیلی قبائل کی مخلوط نسل سامریوں نے کوہ گرزیم پر الگ ہیکل قائم کر لی۔ اس بات سے سامریوں اور یہودیوں کی مخالفت مزید بڑھ گئی، دوسری صدی ق م میں جب انطاکس چہارم نے اپنی سلطنت میں مذہبی یکسانیت پیدا کرنی چاہی تو اس نے یروشلیم اور کوہ گرزیم کی دونوں ہیکلوں کو ناپاک کیا۔ یہودیوں نے سخت مزاحمت کی لیکن سامری انطاکس سے مل گئے غالباً اسی وجہ سے 128 ق م میں حصمونی حکمران یوحنا ہرکانس نے سکم شہر اور سامریوں کی ہیکل کو برباد کیا تھا، سامری ہیکل کی بربادی سے سامری فرقہ اور یہودیوں میں دشمنی مزید وسعت اختیار کر گئی۔

رومی جرنیل پومپئی کی آمد سے سامری یہودیوں کے تسلط سے آزاد ہو گئے، ہیرودیس اعظم کے ایام میں دونوں فرقوں کے تعلقات قدرے بہتر رہے۔ لیکن جب ارخلاؤس کو جو ہیرودیس اعظم کی سامری بیوی کا بیٹا تھا معزول کیا گیا تو سامریوں نے کسی بات سے مشتعل ہو کر 6ء تا 9ء کے درمیان ایک عید فسح کے موقع پر یروشلیم کی ہیکل میں مردوں کی ہڈیاں بکھیر کر اسے ناپاک کر دیا۔

36ء میں ایک سامری نے کوہ گرزیم پر ایک ہجوم جمع کر کے کہا کہ وہ ان کو مقدس ظروف (برتن) دکھائے گا جنہیں بزرگ موسیٰ نے کوہ گرزیم پر چھپا رکھا ہے، پیلاطس نے ان میں سے بہت سے لوگوں کو قتل کروایا، 66ء تا 70ء کی بغاوت میں سامری بھی یہودیوں کے ساتھ مل گئے، لیکن انہیں کوہ گرزیم پر قتل کر دیا گیا۔

4۔ سامری توریت: یہودی عہد عتیق کی تمام کتب کو خدا کا کلام مانتے تھے لیکن سامری فرقہ صرف موسیٰ کو نبی مانتے ہوئے توریت ہی کو خدا کا مکاشفہ تسلیم کرتا تھا اور عہد عتیق کے باقی حصوں کو نہیں مانتا تھا[43]۔

شمالی سلطنت کے حکمران تاریخ کے آئینے میں:

متحدہ اسرائیلی سلطنت ساؤل بادشاہ سے شروع ہوئی جس کا دور حکومت 1030ق م تا 1010ق م ہے اور اس کے بعد داؤد (علیہ السلام) کا دور حکومت آیا 1010ق م تا 970ق م، پھر سلیمان علیہ السلام کی بادشاہت ہے 790ق م تا 931ق م لیکن جب ان کا صاحبزادہ رحبعام بادشاہ بنا تو یربعام کی قیادت میں دس قبائل نے بغاوت کر دی اور الگ حکومت قائم کر لی، اسے شمالی سلطنت کہا جاتا ہے، انہوں نے اپنی حکومت کو اسرائیلی حکومت کا نام دیا، یہی لوگ بعد میں سامری کہلائے۔

جبکہ جنوبی سلطنت کو یہوداہ کہا جانے لگا، کیونکہ حکمران طبقہ اسی قبیلے سے تھا گو ان کے ساتھ دوسرا قبیلہ بنیامین شامل تھا، اسرائیل (شمالی سلطنت) کے حکمران یہ ہوئے ہیں۔

حکمران:	دور حکومت	بائبل میں ذکر
1۔ یربعام اول:	931ق م تا910ق م	1-سلاطین۔12:25۔20:14
2۔ ندب:	910ق م تا909ق م	ایضا- 15: 25-31
3۔ بعشا:	909ق م تا886ق م	ایضا۔15:32۔16۔7
4۔ ایلہ:	886ق م تا885ق م	ایضا۔16:8۔14
5۔ زمری:	885ق م تا17 دن	ایضا۔16:15۔22
6۔ عُمری:	885ق م تا874ق م	ایضا۔16:23۔28
7۔ اخی اب:	874ق م تا853ق م	ایضا۔16:29۔22:40
8۔ اخزیاہ:	853ق م تا852ق م	2۔سلاطین۔1:1۔18
9۔ یورام:	852ق م تا841ق م	ایضا۔3:1۔8:15
10۔ یاہو:	841ق م تا814ق م	ایضا۔9:30۔10:36
11۔ یہو آخز	814ق م تا798ق م	ایضا۔13:1۔9
12۔ یہو آس:	798ق م تا783ق م	ایضا۔13:10۔25
13۔ یربعام دوم:	783ق م تا743ق م	ایضا۔14:23۔29
14۔ زکریاہ:	743ق م میں چھ ماہ	ایضا۔15:8۔15
15۔ سلوم:	743ق م میں ایک ماہ	ایضا۔15:8۔15
16۔ مناحم:	743ق م تا738ق م	ایضا۔15:16۔22
17۔ فقحیاہ:	737ق م تا732ق م	ایضا۔15:23۔26
18۔ فقح:		ایضا۔15:27۔31
19۔ ہوسیع:	732ق م تا723ق م	ایضا۔17:1۔6

اسوریوں نے اسرائیلیوں کو شکست دی اور722ق م میں دارالحکومت سامریہ پر قبضہ کر لیا، اسرائیل کی سلطنت ختم ہو گئی[44]۔

جناب مسیح علیہ السلام اور سامری: یہودیوں اور سامریوں کا آپسی اختلاف کی بنیادیں پیچھے ذکر ہوئیں لیکن ان میں قطعی علیحدگی تقریباً200 ق م کا واقعہ ہے، اس کا اشارہ اپاکریفا کی کتاب یشوع بن سیراخ میں یوں ملتا ہے:" دو قومیں ہیں جن سے میری روح نفرت کرتی ہے اور تیسری تو کوئی قوم ہی نہیں، کوہ سعیر پر رہنے والے اور فلسطینی اور وہ احمق لوگ جو شکم میں رہتے ہیں"[45] آہستہ آہستہ یہ دوری اتنی ہوئی کہ یہودی کسی کو سامری کہنا گالی سمجھتے تھے[46]۔ بلکہ بائبل میں ہی ایک موقع پر یہودیوں نے جناب مسیح علیہ السلام کو سامری کہہ کر اپنے دل کی تسکین چاہی[47]۔

بہر حال جناب مسیح علیہ السلام کا مکالمہ ایک سامری خاتون کے ساتھ انجیل یوحنا کے باب 4 میں مزکور ہے جس کے بعد کئی سامریوں نے ان کے پیغام کو قبول کیا اور ان کے تابعدار بن گئے۔

ولیم میکڈونلڈ نے لکھا ہے: "سامریوں کا رویہ یہودیوں سے بالکل الٹ تھا، انہوں نے خداوند یسوع کو قبول کیا اور اس کا خیر مقدم کیا ان کے دل میں اس عجیب شخص کے لیے حقیقی قدر تھی، اس لیے وہ اس سے درخواست کرنے لگے کہ ہمارے پاس رہ ان کی دعوت کے باعث خداوند (یسوع) دو روز وہاں رہا"[48]

جناب مسیح علیہ السلام کو دکھ، تکلیف اور اذیت دینے میں سامریوں نے ہرگز یہودیوں کا ساتھ نہیں دیا بلکہ ان کے رفع آسمانی کے بعد حواری جناب فلپس سامریہ تبلیغی دورے پر گئے تو ان کی دعوت پر کئی سامری ایمان لے آئے، پھر جناب پطرس اور جناب یوحنا خاص ان کے لیے دعا کرنے کی خاطر وہاں آئے[49]۔

اسلام اور سامری:

سامری مؤرخ کے مطابق محمد عربی ﷺ جب ہجرت کر کے مدینہ تشریف لائے تو ایک سامری ستارہ شناس اپنے دو دوستوں کے ساتھ تحقیق کی غرض سے آیا، اس کا نام صرماصہ تھا، اسکا ایک دوست یہودی تھا جس کا نام کعب احبار تھا۔ ایک مسیحی تھا جس کا نام عبدالسلام تھا، تحقیق کے بعد یہ دونوں مسلمان ہو گئے لیکن صرماصہ سامری نے اسلام قبول نہ کیا اور اپنی قوم کے لیے امان نامہ لکھا کر واپس آ گیا یہ امان نامہ حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہٗ نے لکھا تھا اور پیغمبر اسلام ﷺ نے کبھی انہیں کوئی تکلیف نہیں پہنچائی[50]۔

ایک کالم نگار نے لکھا ہے: "سامری قوم حضرت عمر رضی اللہ عنہٗ کے دور حکومت میں مفتوح ہوئی اور اس سے پہلے مسلمانوں اور ان کے درمیان کوئی تعلق نہ تھا' عربوں کی فتح فلسطین سے سامری یقیناً خوش ہوئے ہوں گے، اس سے انہیں بوزنطی حکمرانوں اور کلیسیا کی ظالمانہ تعزیر سے نجات مل گئی"[51]

کئی صدیاں سامری لوگ مسلم حکمرانوں کے ماتحت رہے لیکن تاریخ میں ایک واقعہ بھی ان پر ظلم و ستم کا نہیں ملتا، جبکہ یہودی، عیسائی، اور دیگر اقوام نے جب بھی ان کو فتح کیا، ظلم کے پہاڑ توڑ ڈالے۔

سامری اور عربی زبان: اسلام کی فتح سے صورتحال بدل گئی، اس میں کوئی شک نہیں کہ عربوں کی فتح محض سیاسی غلبہ نہ تھی بلکہ مذہبی فتح بھی تھی، عربی مقدس صحیفے کی زبان بن گئی، نہ صرف قرآنی سورتوں، بلکہ نمازیں اور دعائیں بھی اسی زبان میں تھیں اور بلا استثنا تمام لوگ اسے سیکھتے تھے، عربی تمام مفتوحہ اقوام کی نئی مشترکہ زبان بن گئی، گفتگو کا یہ واحد ذریعہ تھی، لہٰذا تمام مقامی زبانوں سے سبقت لے گئی مقامی زبانیں بولنے والی اقوام میں یہودی اور سامری بھی شامل تھے، سامریوں کے لیے عیسائیت یا مزدکیت کی بہ نسبت اسلام میں زیادہ کشش تھی، دونوں کے اصول اور رسوم میں بہت مشابہت تھی اور سب سے بڑھ کر یہ بات ہے کہ خالص توحید دونوں میں مشترک تھی، سامریوں کا اسلام کی طرف انجذاب ایک قدرتی بات تھی، چونکہ عربوں نے سامریوں کے ساتھ بڑی نرمی کا سلوک کیا تھا، اس لیے مؤخر الذکر نے اپنی قدیم زبان آرامی کو چھوڑ کر عربی زبان اختیار کرنے میں کوئی تردد نہیں کیا، اس طرح رفتہ رفتہ سامریوں نے آرامی بولی کو ترک کر دیا، عربی زبان بولنا سیکھی اور پھر اسے اپنی تصنیف و تالیف کی زبان بنا لیا، یہ بات قابل ذکر ہے کہ سامروں کی بولی ہمیشہ آرامی تھی۔۔۔۔۔ سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ اس زبان کو عربی زبان سے کب بدلا گیا؟

جتنی تحقیق کی جا سکی ہے اس سے پتہ چلتا ہے کہ اپنی قدیم زبان کو اس قدر بھلا کر کتب صلوات کے ادب میں عربی زبان کا رواج اور اس کا آزادانہ استعمال کم از کم دو یا زیادہ صدیوں کے بعد عمل میں آیا ہو گا۔۔۔۔ سامری زبان کا علم بڑی تیزی سے ختم ہو رہا تھا، یہ صرف علما کے چھوٹے سے حلقے تک محدود ہو گیا اور یہ صورت حال آج تک باقی ہے، اب بھی چند مذہبی پیشوا قدیم سامری زبان سے واقف ہیں، لیکن باقی سب صرف عربی زبان جانتے ہیں[52]۔

دور حاضر اور سامری: کسی زمانے میں ان کی تعداد بہت ہوا کرتی تھی لیکن گردش ایام کے سبب یا تو ظلم کا شکار ہوتے گئے یا پھر دوسرے مذاہب کی آغوش میں پناہ ڈھونڈی دور حاضر میں یہ لوگ دو شہروں میں آباد ہیں ایک نابلس دوسرا حولون (اسرائیل) یاسر عرفات (سابق صدر فلسطین) نے کوٹہ سسٹم کے مطابق قانون ساز کونسل میں ایک نشست ان کو دی ہوئی تھی، جو ان کی وفات کے بعد اس وقت ختم کر دی گئی جب اسرائیلی حکومت نے انہیں حولون میں موجود سامریوں سے میل ملاپ کی خاطر اسرائیلی قومیت دے دی تھی، ۔[53] یہ لوگ تین ممالک کا آزاد سفر کر سکتے ہیں یعنی ان کے پاس تین ملکوں کی قومیت ہے۔ 1۔ فلسطین، 2۔ اسرائیل، 3۔ اردن، دور حاضر میں ان کی تعداد کے متعلق خود انہی کی اپ ڈیٹ کچھ یوں ہیں۔[54]

سامری اعداد و شمار:

یکم جنوری 1919 میں صرف 141 افراد سامری تھے۔

2011ء سامری برادری کی کل تعداد 745 تھی۔

یکم جنوری 2012ء میں سامری برادری کی تعداد 751 تھی۔ 353 کریہ لوزہ، کوہِ گرزیم، سامریہ میں تھے، اور 398 ریاستِ اسرائیل کے شہر ہولون میں تھے۔ ان میں 396 مرد اور 355 خواتین شامل تھیں

یکم جنوری 2013ء میں اسرائیلی سامریوں کی تعداد 756 تھی۔ 357 کریہ لوزہ میں اور 399 ہولون میں تھے۔ ان میں 399 مرد اور 357 خواتین تھیں۔

مئی 2014ء میں اسرائیلی سامریوں کی کل تعداد 760 تھی۔ 400 ہولون، اسرائیل میں اور 360 کریہ لوزہ، کوہِ گرزیم، سامریہ میں

جنوری 2015ء میں 777 نفوس۔

یکم جنوری 2016ء کے اعداد و شمار کے مطابق کوہِ گرزیم اور ریاستِ اسرائیل میں سامری برادری 785 نفوس پر مشتمل تھی۔

یکم جنوری 2017ء کی رپورٹ کے مطابق 796 سامریوں میں سے 381 اشخاص تو کوہِ گرزیم پر، اور 415 ریاستِ اسرائیل میں آباد تھے۔ ان میں 414 مرد اور 382 خواتین تھیں۔

2018ء میں سامریوں کی کل تعداد 810 ریکارڈ کی گئی ہے۔[55]

سامری دینی کتب کا تعارف

سامریوں کے کئی عقائد ایسے ہیں جو انہیں عام یہودیوں سے الگ کرتے ہین ان میں سے ایک جناب موسیٰ علیہ السلام پر نبوت کا اختتام ماننا جس کا لازمی نتیجہ بعد از موسیٰ کے انبیاء اور ان کے صحائف و کتب کا انکار ہے۔ اسی لیے سامری لوگ صرف اور صرف توراہ کو ہی خدا کا مکاشفہ اور الھام مانتے ہیں، جبکہ بعض اہل علم کے مطابق بسا اوقات یہ کتاب یشوع کو بھی ساتھ شامل کر لیتے ہیں[56]۔ جبکہ بعض کتاب القصناۃ کو بھی ملا لیتے ہیں[57]۔

بہر حال دور حاضر کے سامری فقط توراہ کو ہی منزل من اللہ مانتے ہین جو کہ پانچ کتب پر مشتمل ہے۔

1۔ سفر التکوین / پیدائش

2۔ سفر الخروج

3۔ سفر الاوبین / الاحبار

4۔ سفر العدد / گنتی

5۔ سفر تثنیہ الشرع / استثنا

ان کا الگ الگ تعارف پیش کرنے سے پہلے لفظ "التوراہ" پر روشنی ڈالنا ضروری ہے۔

التوراہ: یہ عبرانی زبان کا لفظ ہے اسے عام طور پر توریت لکھا جاتا ہے اس کا معنی شریعت ہے[58]۔ چونکہ اس میں شریعت کا تذکرہ ہے اس لیے یہ نام رکھا گیا، یہ پانچ کتب کا مجموعہ ہے۔ جن کے نام ابھی گزرے ہیں

سامری توریت کا نسخہ دنیا میں سب سے قدیم ترین مانا جاتا ہے مسیحی محققین کے مطابق نحمیاہ اور عزرا کے زمانے سے بہت پہلے کا ہے، یہ نابلس میں محفوظ ہے اور قدیم عبرانی رسم الخط میں ہے[59]۔ جبکہ سامری مؤرخ کے مطابق یہ نسخہ جناب ہارون علیہ السلام کے پڑپوتے محترم ابیشع بن فینحس بن الیعزر بن ہارون نے اپنے ہاتھ سے تحریر کیا تھا[60]۔

عربی زبان میں ترجمہ: سامری توریت کا ترجمہ دیگر زبانوں میں بھی کیا گیا، جب اہل اسلام نے 637ء میں ارض مقدس کو فتح کیا اور سامری بھی عربی بولنے لگے تو گیارہویں صدی میں "صور" کے ابو الحسن نے سامری توریت کا ترجمہ عربی میں کیا جس کی ابو سعید نے تیرھویں صدی میں نظر ثانی کی[61]۔

یہ ابو الحسن، سامری کاہن تھے اور ان کا نام اسحاق تھا، انہوں نے یہ ترجمہ نابلس میں کیا تھا۔ اس کا مخطوطہ جناب ابو البرکات کے ہاتھ کا لکھا ہوا ہے جسے جناب عبد المعین صدقہ سامری کاہن نے محترم پروفیسر زہیر صالح النشار کے مشورے سے جامعہ برلن سے شائع کیا۔ اس کو ڈاکٹر حجازی السقا نے ایڈٹ کیا اور 1398ھ بمطابق 1978ء میں قاہرہ مصر کے مکتبہ دار الانصار، 81 شارع بستان نے شائع کیا جس کے مدیر کا نام اسعد سید احمد ہے۔

اس سے ایک سال قبل یعنی 1988ء میں القدس فلسطین کے اندر واقع جامعہ عبریہ کے ایک سٹوڈنٹ جناب حسیب شحادہ نے جناب ابو الحسن کے عربی کے ترجمے اور جناب ابو سعید کے عربی ترجمے کو ایڈٹ کر کے پی، ایچ، ڈی کی ڈگری حاصل کی تھی۔

یہ تین جزو پر مشتمل ہے اور ان کے مشرف تھے الاستاذ، ز۔ بن حیّیم ،اسے کتابی صورت میں الا کا دیمیۃ الوطنیۃ الاسرائیلیۃ للعلوم والآداب کے تحت القدس سے 1989ء کو شائع کیا گیا۔

مقدمہ میں مقالہ نگار لکھتے ہیں: جناب ابو الحسن کے ترجمے میں غموض اور گہرائی تھی جبکہ جناب ابو سعید ابو الحسن بن ابی سعید کا ترجمہ منقح اور واضح ہے[62]۔

یہودی اور سامری توراہ میں اختلاف:

گو یہودی اور سامری توراہ کی پانچ کتب پر متفق ہیں اور دونوں عبرانی زبان میں ہیں لیکن سامری توراہ قدیم عبرانی رسم الخط میں ہے، دونوں میں متعدد الفاظ، اور آیات کا فرق ہے اس اختلاف کی تعداد چھ ہزار کے قریب بتائی جاتی ہے لیکن ظاہر یہ کیا جاتا ہے کوئی اہم

اختلاف نہیں کیونکہ اکثر ہجا کے اختلافات ہیں یا سہو کاتب ہیں ان چھ ہزار اختلاف میں سے دو ہزار ایسے ہیں جو سپٹوا ایجنٹ[63] ترجمہ کے اصل عبرانی متن کے مطابق ہیں[64]۔

یاد رہے کہ یہ اختلاف صرف الفاظ اور سہو کاتب کا نہیں ہے بلکہ عقائد کے اختلاف پر مبنی بھی ہے۔

بہر حال اس کو چار عنوانات کے تحت بیان کیا گیا ہے اور ہر ایک کی چند مثالیں پیش خدمت ہیں۔

(1)عقیدے کا اختلاف (2) گنتی کا اختلاف (3) کمی اور اضافہ (4) جگہ کا اختلاف

عقیدے کا اختلاف:

(1) اللہ تعالیٰ نے جب زمین و آسمان کو بنایا تو پانی کے اوپر جنبش کرنے والی کونسی چیز تھی؟ سامری توراہ کے مطابق وہ ہوائیں تھیں اور یہودی توراہ کے مطابق اللہ کی روح جنبش کر رہی تھی[65]۔

مسیحی لوگ اس روح سے جناب مسیح علیہ السلام مراد لیتے ہیں اور پھر اسی بنیاد پر ان کے قدیم (خدا) ہونے کا عقیدہ قائم کیا، جبکہ سامری توراہ کے مطابق اس عقیدے کی کوئی گنجائش نہیں۔

(2) سامری مذہب کے پیروکار کوہ گرزیم کو قبلہ اور اس پر مذبح بنانے کا عقیدہ رکھتے ہیں یہی وجہ ہے کہ آج بھی یہ لوگ اس پہاڑ پر جا کر قربانیاں کرتے ہیں۔

اس کی دلیل ان کے پاس سامری توراہ میں واضح الفاظ کے ساتھ موجود ہے، لکھا ہے: تو اپنے ساتھی (ہمسائے) کے گھر، بیوی، کھیتی، غلام، لونڈی، گائے اور گدھے نیز جو بھی اس کا ہے اس کی لالچ نہ کر اور ایسا ہو کہ جب تجھے اللہ تعالیٰ تیرا پروردگار کنعان کی سرزمین میں داخل کرے جس میں تو وارث بن کر جانے والا ہے تو اپنے لیے ایک بڑا پتھر کھڑا کر کے مسالے سے اسے مضبوط کر لینا اور اسی پتھر پر یہ ساری شریعت لکھ لینا۔ لہٰذا دریائے اردن کو عبور کرنے کے بعد اس پتھر کو جس کے متعلق میں تمہیں حکم دے رہا ہوں کوہ گرزیم پر نصب کرنا، اور وہاں پر اپنے پروردگار کا پتھر سے مذبح بنانا جس پر لوہا نہ چلا ہو، مکمل پتھر سے اپنے خدا تعالیٰ کا مذبح تیار کرنا، اور اس پر اپنے خدا تعالیٰ کے لیے سوختنی قربانیاں اور سلامتی کے ذبیحے چڑھانا، (ان قربانیوں میں سے) وہاں تو کھانا اور اپنے پروردگار کے حضور خوشی منانا۔ یہ پہاڑ دریائے اردن کے پار کنعان کی سرزمین میں مغربی راستے کے پیچھے جلجلال (پہاڑ) کے مقابل ہے۔ اور یہ جلجلال نابلس کے مقابل سبزہ زار میں ہے[66]۔

جبکہ یہودی توراہ کے اس مقام پر لالچ نہ کر تک عبارت ہے آگے والی تفصیل مکمل حذف ہے یہودیوں کے ہاں موسیٰ علیہ السلام نے یہ مذبح کوہ عیبال پر بنانے کا حکم دیا تھا جو کہ کوہ گرزیم کے بالمقابل ہے، ان کی دلیل یہودی توراہ میں یوں ہے "سو تم یردن کے پار ہو کر ان پتھروں کو جن کی بابت میں تم کو آج کے دن حکم دیتا ہوں کوہ عیبال پر نصب کر کے ان پر چونے کی استرکاری کرنا اور وہیں تو خداوند اپنے خدا کے لیے پتھروں کا ایک مذبح بنانا اور لوہے کا کوئی اوزار ان پر نہ لگانا[67]۔

سامری توراہ کے اس مقام پر بھی کوہ گرزیم کا ہی تذکرہ ہے۔

(3) یہودی توراہ کے مطابق اللہ تعالیٰ نے انسان) آدم علیہ السلام) کو اپنی صورت و شبیہ پر پیدا کیا ہے[68]۔

جبکہ سامری توراہ میں انہی مقامات پر ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انسان (آدم علیہ السلام) کو فرشتوں کی صورت اور شبیہ پر پیدا کیا ہے۔

(4) موسیٰ علیہ السلام نے بنی اسرائیل کے سامنے اپنی مانند ایک نبی کے آنے کی پیشن گوئی کی جس کا ترجمہ یوں ہے: خداوند تیرا خدا تیرے لیے تیرے ہی درمیان سے یعنی تیرے ہی بھائیوں میں سے میری مانند ایک نبی برپا کرے گا[69]۔

یہودی توراہ میں تیرے ہی درمیان کا جملہ اضافی لکھا ہوا ہے جسے قرینہ بنایا جاتا ہے کہ یہ نبی بنی اسرائیل میں سے ہی آئے گا جبکہ سامری توراہ میں صرف بھائیوں کا تذکرہ ہے۔

ترجمہ اس طرح ہے: تیرے بھائیوں میں سے اللہ تعالیٰ ایک نبی میری طرح کا تیرے لیے کھڑا کرے گا۔

سامری توراہ کی تائید جناب مسیح علیہ السلام کے سب سے بڑے بزرگ حواری جناب پطرس کرتے ہیں، انہوں نے جب لوگوں کے سامنے یہ حوالہ پڑھ کر سنایا تھا تو اس میں ''تیرے درمیان'' کا جملہ نہ تھا، لکھا ہے: ضرور ہے کہ وہ (مسیح) آسمان میں اس وقت تک رہے جب تک کہ وہ سب چیزیں بحال نہ کی جائیں جن کا ذکر خداوند نے اپنے پاک نبیوں کی زبانی کیا ہے جو دنیا کے شروع سے ہوتے آئے ہیں، چنانچہ موسیٰ نے کہا کہ خداوند تمہارے بھائیوں میں سے تمہارے لیے مجھ سا ایک نبی پیدا کرے گا[70]۔

(5) سامری لوگ چونکہ نبوت کو موسیٰ علیہ السلام پر ختم مانتے ہیں البتہ ''تہب / تاہب'' کے منتظر ہیں اس کی دلیل شائد یہی موسیٰ کی مانند آنے والے نبی کی ہے، بہر حال ختم نبوت کی دلیل انہوں نے اپنی توراہ میں سے یہ بیان کی ہے جس کا لازمی نتیجہ بعد از موسیٰ کوئی نبی سچا نہیں اور ان کی کتب وصحائف بھی قابل قبول نہیں۔ لکھا ہے: اسرائیل میں کوئی نبی موسیٰ کی طرح کا کھڑا نہ ہوگا کہ جس سے اللہ تعالیٰ نے بالمشافہ گفتگو کی تھی[71]۔

جبکہ یہودی توراہ کا ترجمہ یوں ہے: اور اس وقت سے اب تک بنی اسرائیل میں کوئی نبی موسیٰ کی مانند جس سے خداوند نے روبرو باتیں کیں نہیں اٹھا۔

یہ ترجمہ پروٹسٹنٹ بائبل کا ہے جبکہ کیتھولک والوں کے ترجمہ میں اب تک کا لفظ نہیں، اور یہی بات درست معلوم ہوتی ہے کیونکہ عبرانی توراہ میں ''اب تک'' کے لیے کوئی لفظ نہیں، البتہ مفہوم دونوں کا ایک ہی ہے، یعنی جب یہ فقرات لکھے جا رہے تھے اس وقت تک موسیٰ علیہ السلام کی مانند کوئی نبی نہیں آیا، مستقبل کی نفی والا مفہوم جیسا کہ سامریوں نے لیا ہے، یہاں نہیں پایا جاتا۔

گنتی کا اختلاف:

	سامری توراہ		یہودی توراہ
1	یارد باسٹھ (62) برس کا تھا جب اس کے ہاں حنوک (ادریس) کی پیدائش ہوئی۔	1	یارد ایک سو باسٹھ (162) برس کا تھا جب اس کے ہاں حنوک (ادریسؑ) کی پیدائش ہوئی۔
2	اور حنوک (ادریس) کی پیدائش کے بعد یارد سات سو پچاسی (785) برس جیتا رہا اور اس سے بیٹے اور بیٹیاں پیدا ہوئیں	2	اور حنوک (ادریس) کی پیدائش کے بعد یارد آٹھ سو (800) برس جیتا رہا اور اس سے بیٹے اور بیٹیاں پیدا ہوئیں۔
3	یارد کی کل عمر آٹھ سو سینتالیس برس (847) ہوئی۔	3	یارد کی کل عمر نو سو باسٹھ (962) برس کی ہوئی۔
4	متوسلح ستاسٹھ (67) برس کا تھا جب اس کے ہاں لمک پیدا ہوا۔	4	اور متوسلح ایک سو ستاسی (187) برس کا تھا جب اس سے لمک پیدا ہوا۔
5	لمک کی پیدائش کے بعد متوسلح چھ سو ترپن (653) برس جیتا رہا اور اس سے بیٹے اور بیٹیاں پیدا ہوئیں۔	5	اور لمک کی پیدائش کے بعد متوسلح سات سو بیاسی (782) برس جیتا رہا اور اس سے بیٹے اور بیٹیاں پیدا ہوئیں۔

6	متوسلح کی کل عمر سات سو بیس (720) برس ہوئی۔	6	متوسلح کی کل عمر نو سو انہتر (969) برس ہوئی۔
7	لمک کی عمر ترپن (53) برس ہوئی جب اس سے ایک بیٹا پیدا ہوا اور اس کا نام نوح رکھا	7	لمک ایک سو بیاسی (182) برس کا تھا جب اس سے ایک بیٹا ہوا اور اس کا نام نوحؑ رکھا۔
8	نوح کی پیدائش کے بعد لمک چھ سو (600) برس جیتا رہا۔	8	نوح کی پیدائش کے بعد لمک پانچ سو پچانوے (595) برس جیتا رہا۔
9	لمک کی کل عمر چھ سو ترپن برس (653) برس ہوئی۔ پیدائش 5:18۔31	9	لمک کی کل عمر سات سو ستتر (777) برس کی ہوئی۔ پیدائش 5:18۔31
10	ارفسکد کی عمر جب ایک سو پینتیس (135) برس ہوئی تو اس سے سلح پیدا ہوا۔	10	جب ارفسکد پینتیس (35) برس کا ہوا تو اس سے سلح پیدا ہوا۔
11	سلح کی پیدائش کے بعد ارفکشد تین سو تین (303) سال جیتا رہا۔	11	سلح کی پیدائش کے بعد ارفکشد چار سو تین (403) برس جیتا رہا
12	سلح جب ایک سو تیس (130) برس کا ہوا تو اس سے عبر پیدا ہوا۔	12	سلح جب تیس برس (30) کا ہوا تو اس سے عبر پیدا ہوا۔
13	عبر کی پیدائش کے بعد سلح تین سو تین (303) برس تک جیتا رہا۔	13	عبر کی پیدائش کے بعد سلح چار سو تین (403) برس جیتا رہا۔
14	عبر جب ایک سو چونتیس (134) برس کا ہوا تو اس سے فلج پیدا ہوا۔	14	عبر جب چونتیس (34) برس کا ہوا تو اس سے فلج پیدا ہوا۔
15	فلج کی پیدائش کے بعد عبر دو سو ستر (270) برس جیتا رہا۔	15	فلج کی پیدائش کے بعد عبر چار سو تیس برس (430) جیتا رہا۔
16	فلج کی عمر ایک سو تیس (130) برس ہوئی تو اس سے رعو پیدا ہوا۔	16	فلج تیس (30) برس کا تھا جب اس سے رعو پیدا ہوا۔
17	رعو کی پیدائش کے بعد فلج نے ایک سو نو (109) برس زندگی گزاری۔	17	رعو کی پیدائش کے بعد فلج دو سو نو (209) برس جیتا رہا۔
18	رعو کی عمر ایک سو بتیس (132) برس ہوئی تو اس سے سروج پیدا ہوا۔	18	رعو بتیس برس (32) برس کا تھا جب اس سے سروج پید اہوا۔
19	سروج کی پیدائش کے بعد رعو ایک سو سات (107) برس جیتا رہا۔	19	سروج کی پیدائش کے بعد رعو دو سو سات (207) برس جیتا رہا۔
20	سروج کی عمر ایک سو تیس (130) برس ہوئی تو اس	20	سروج تیس (30) برس کا تھا جب اس سے نحور پیدا ہوا۔

	سے نحور پیدا ہوا۔		
21	نحور کی پیدائش کے بعد سروج سو(100)برس جیتا رہا۔	21	نحور کی پیدائش کے بعد سروج دوسو(200)برس جیتا رہا۔
22	نحور کی عمر اناسی (79) برس ہوئی تو اس سے تارح پیدا ہوا۔	22	نحور انتیس(29)برس کا تھا جب اس سے تارح پیدا ہوا
23	تارح کی پیدائش کے بعد نحور انہتر (69) برس جیتا رہا1	23	تارح کی پیدائش کے بعد نحور ایک سو انیس (119) برس جیتا رہا۔1
24	موسیٰ علیہ السلام کو جب جھاڑی میں آگ محسوس ہوئی تو فرشتے نے ان سے باتیں کیں اور کہا کہ میں اترا ہوں تا کہ بنی اسرائیل کو مصریوں کے ہاتھوں چھڑا کر ایسے وسیع ملک میں لے جاؤں جہاں دودھ اور شہد بہتا ہے یعنی کنعانیوں ، حتیوں ، اموریوں، فرزیوں ، جرشیوں، حویوں اور یبوسیوں کے ملک میں۔2	24	اس میں یہی واقعہ اور بات کرنے والا خود خدا ہے نیز سات کی بجائے چھ اقوام کا تذکرہ ہے (جرشیوں) کا ذکر نہیں۔2

1پیدائش 11:12۔25

2۔خروج 3:8

کمی اور اضافہ:

(1)ابراہیم علیہ السلام جب اپنی بیوی سارہ سلام اللہ علیہا کے ساتھ مصر گئے اور بادشاہ نے انہیں چھین لیا، معجزات رونما ہونے کے بعد جب بیوی واپس کی تو ساتھ بکریاں، گائے، غلام اور لونڈیاں بھی دیں تھیں، سامری توراہ میں اس کے ساتھ ہزار درھم ملنے کا اضافہ ہے جبکہ یہودی توراہ میں یہ حذف ہے[72]۔

(2)یوسف علیہ السلام نے اپنے چھوٹے بھائی کو کنعان سے بلانے کے لیے اپنے بھائیوں سے حیلہ کیا تو یوں کہا: سو اپنے میں سے کسی ایک کو بھیجو کہ وہ تمہارے بھائی کو لے آئے اور تم قید رہو تا کہ تمہاری باتوں کی تصدیق ہو کہ تم سچے ہو یا نہیں ورنہ فرعون کی حیات کی قسم تم ضرور ہی جاسوس ہو[73]۔

یہودی توراہ میں یہ فقرہ یہاں تک ہی ہے جبکہ سامری توراہ میں اضافہ ہے کہ بھائیوں نے آگے سے کہا تھا: ہمارا بھائی والد کو چھوڑ کر نہیں آسکتا اگر ایسا ہوا تو والد مر جائے گا[74]۔

(3)خروج باب(30) کے فقرات میں کمی و اضافہ ہے یہودی توراہ میں (38) ہیں جبکہ سامری توراہ میں (28) ہیں۔ دس فقرات کا فرق ہے۔

(4) اللہ تعالیٰ نے جب موسیٰ علیہ السلام کو فرعون کے پاس جانے کا حکم دیا تو اللہ تعالیٰ کی باتیں آکر پہلے بنی اسرائیل کو سنائیں، آگے لکھا ہے: پر انہوں نے دل کی کڑھن اور غلامی کی سختی کے سبب موسیٰ کی بات نہ سنی[75]۔ یہودی توراہ میں یہاں تک بات ختم ہو جاتی ہے جبکہ سامری توراہ میں آگے یہ اضافہ ہے: انہوں نے موسیٰ (علیہ السلام) سے کہا، مصریوں کی غلامی سے تو ہمیں چھڑانا چاہتا ہے حالانکہ بیابان میں مرنے سے ہمارے لیے مصریوں کی غلامی کہیں بہتر ہے[76]۔

(5) یہودی توراہ میں ہے کہ عمرام نے اپنے باپ کی بہن یوکبد سے بیاہ کیا، اس عورت کے اس سے ہارون اور موسیٰ پیدا ہوئے اور عمرام کی عمر ایک سو سینتیس (137) برس کی ہوئی[77]۔

جبکہ سامری توراہ میں ہے کہ ہارون اور موسیٰ کے ساتھ انکی بہن مریم بھی اسی خاتون سے پیدا ہوئی اور عمرام کی عمر ایک سو چھتیس (136) کی ہوئی[78]۔

(6) اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام اور معجزات بتائے تو ان میں سے ایک یہ بھی تھا: فرعون جب دریا پر آئے گا تو اسے جا کر بتانا اپنی لاٹھی کو پانی پر ماروں گا تو وہ خون بن جائے گا اور مچھلیاں دریا میں مر جائیں گی اور دریا سے تعفن اٹھے گا لہٰذا مصریوں کو دریا کا پانی پینے سے کراہت ہو گی[79]۔

یہودی توراہ میں یہاں تک ہے جبکہ سامری توراہ میں آگے یہ اضافہ ہے کہ: موسیٰ اور ہارون نے جا کر فرعون کو کہا: عبرانیوں کے خدا تعالیٰ نے ہمیں تیری طرف یہ کہنے کے لیے بھیجا ہے کہ میری قوم کو چھوڑ دے تا کہ بیابان میں وہ میری عبادت کرے، اور تو نے ابھی تک اس کو سنا نہیں (یاد رکھو) اللہ تعالیٰ نے اسی طرح فرمایا ہے کہ میں ہی وہ اللہ ہوں، میں اپنے ہاتھ کی لاٹھی دریا کے پانی پر ماروں گا تو وہ خون بن جائے گا، دریا کی مچھلیاں مر جائیں گی اور مصری لوگ دریا کا پانی نہیں پی سکیں گے[80]۔

جگہ کا اختلاف:

سامری توراہ کے مطابق جناب ہارون علیہ السلام نے کوہ ہور پر وفات پائی۔ لکھا ہے: بنی اسرائیل مسیروت سے چلے اور بنی یعقن میں پڑاؤ ڈالا۔ وہاں سے کوچ کیا اور جد جدہ میں ٹھہرے، یہاں سے کوچ کیا تو یطبتہ نہروں والی سر زمین میں ڈیرہ ڈالا، یہاں سے چلے تو عبرنہ ٹھہرے، وہاں سے کوچ کیا تو عصیون جبر میں پڑاؤ کیا یہاں سے کوچ کیا تو صین کے بیابان میں جا ٹھہرے اسے قدوس بھی کہا جاتا ہے ادھر سے پھر چلے تو جبل ھور پر پڑاؤ ڈالا، یہاں پر ہارون (علیہ السلام) نے وفات پائی، ان کی قبر یہیں ہے اور ان کے بعد ان کے صاحبزادے العازر کو ان کی جگہ کہانت پر مامور کیا گیا[81]۔

جبکہ یہودی توراہ کے اس مقام پر ہے کہ ہارون علیہ السلام نے موسیرہ (موسیروت) میں وفات پائی جو کہ جبل ہور سے کئی منزلیں پہلے تھا اور یہ کئی دنوں کی مسافت ہے جیسا کہ سامری توراہ سے معلوم ہو رہا ہے، یہودی توراہ کے اس مقام کا ترجمہ یوں کیا گیا ہے: پھر بنی اسرائیل بیروت بنی یعقان سے روانہ ہو کر موسیرہ (موسیروت) میں آئے وہیں ہارون نے رحلت کی اور دفن بھی ہوا اور اس کا بیٹا الیعزر کہانت کے منصب پر مقرر ہو کر اس کی جگہ خدمت کرنے لگا وہاں سے وہ جدجودہ کو اور جدجودہ سے یوطبات کو چلے اس ملک میں پانی کی ندیاں ہیں[82]۔

یہاں دو باتیں مزید قابل غور ہیں (ایک) سامری توراہ کے مطابق بنی اسرائیل نے موسیروت سے بنی یعقن کی جانب سفر کیا جبکہ یہودی توراہ میں اس کے برعکس ہے، (دوم) یہودی توراہ میں کئی منزلوں کو حذف کر دیا گیا ہے جن کا ذکر سامری توراہ میں ہے۔ بہر حال یہ عجیب بات ہے کہ یہودی توراہ کی کتاب استثنا 32:50 اور گنتی 33:37-38 میں ہارون علیہ السلام کی وفات کا مقام جبل ہور

ہی لکھا ہوا ہے،جبکہ سامری توراہ کے تینوں مقامات پر جبل ہو رہی کو جائے وفات بتایا گیا ہے۔
(6)نوح علیہ السلام کی قوم پر جب پانی کا عذاب آنے والا تھا تو انہیں کشتی بنانے کا حکم دیا گیا، اسے جب مکمل کر لیا تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے عذاب آگیا۔ لہٰذا یہ کشتی پانی پر چلتی رہی، ایک سو پچاس دنوں کے بعد پانی کم ہوا، اور یہ کشتی ساتویں مہینے کی سترھویں تاریخ کو ایک پہاڑ پر ٹھہری تھی، سامری توراہ کے مطابق وہ پہاڑ سرندیب میں تھا جبکہ یہودی توراہ کے مطابق اراراط پہاڑ پر ٹھہری [83]۔ اراراط پہاڑ ترکی میں ہے [84]۔ جبکہ سرندیپ سری لنکا کا پرانا نام ہے [85]۔

خلاصہ کلام:

سامری فرقہ یہودیت کی ان قدیم شاخوں میں سے ہے جو آج بھی اپنی الگ شناخت رکھتی ہے۔ یہ وہ قوم ہے جو جبل جرزیم کو اپنا مقدس مقام مانتی ہے اور صدیوں سے اسی عقیدے پر قائم ہے۔ تاریخ کے نشیب و فراز نے انہیں بارہا مشکلات سے دوچار کیا، مگر یہ اپنی تورات، اپنی روایات اور اپنی نسبتِ ابراہیمی پر سختی سے کاربند رہے۔ یہ مضمون ان کی مذہبی حیثیت، ان کے رسم و رواج، اور مرکزی یہودیت سے ان کے تاریخی اختلافات کو کھولتا ہے۔ سامری آج صرف چند سو افراد پر مشتمل ہیں، مگر ان کی موجودہ صورت حال ماضی کی عظیم روایت اور مستقبل کی بقا کی کشمکش کی داستان سناتی ہے۔ یہ تحقیق اس فرقے کی تہذیبی اہمیت کو اجاگر کرتی ہے جو صدیوں سے اپنی پہچان بچائے ہوئے ہے۔

---

[1] ʿAbd al-Wahhāb Muḥammad al-Masīrī, *Mawsūʿat al-Yahūd wa al-Yahūdiyya wa al-Ṣahyūniyya*, (al-Qāhirah: Dār al-Shurūq, 1999), 5:319.
[2] Abū al-Fatḥ ibn Abī al-Ḥasan al-Sāmirī, *Kitāb al-Tārīkh mimmā taqaddama ʿan al-Ābāʾ*, (n.p.: n.d.), 53.
فینحس حضرت ہارونؑ کا پوتا اور البعزر کا صاحبزادہ تھا۔(خروج 25:6)اس کی طرف نسبت کرنے کے سبب اپنے آپ کو سامری آل فینحس کہتے ہیں۔
[3] F. S. Khayrullāh, *Qāmūs al-Kitāb*, (Lahore: Masīḥī Ishaʿat Khānah, 2008), 495.
[4] *al-Kitāb al-Muqaddas*, (Lahore: Bible Society, 2010), 648.
[5] *Urdu Dāʾirah Maʿārif-i Islāmiyyah*, (Lahore: Dānishgāh-i Panjāb, 2012), 10:230–231.
[6] The Holy Bible Deuteronomy 13:6–9.
[7] El-Messiri, *Encyclopedia of Jews, Judaism and Zionism*, 5:320.
https://www.youtube.com/watch?v=ZWbxhbun4XE&t=84s
[8] Abu al-Fath ibn Abi al-Hasan al-Samiri, *Kitab al-Tarikh Mimma Taqaddama ʻan al-Aba'*, 99; Abdel Wahab El-Messiri, *Encyclopedia of Jews, Judaism and Zionism*, 5:330.
[9] al-Saqqa, Ahmad Hijazi. *Muqaddimat al-Tawrah al-Samiriyyah*. Cairo: Dar al-Ansar, 1398H / 1978.
[10] El-Messiri, *Encyclopedia of Jews, Judaism and Zionism*, 5:320.
[11] Deuteronomy 11:29; 27:11–13; Joshua 8:33–35.

[12] El-Messiri, *Encyclopedia of Jews, Judaism and Zionism*, 5:321; Khairullah, *Qamoos al-Kitab*, 830.
[13] Deuteronomy 35:32
[14] Al-Saqqa, A. H. (n.d.). *Muqaddamah al-Tawrah al-Samariyyah*, p. 14.,Urdu Daira-e-Ma'arif-e-Islamia. (n.d.). Vol. 10, p. 630.
13/2 Traditison of islam guillauneاوکسفورڈ 1924، ص 89 ببعد
[15] Ziaei, A. (2017). *Tareekh-e-Ahd-e-Atiq* (Part 2). Lahore: Masihi Ashaat Khana, Ferozepur Road, pp. 137–138
Guillaume. (1924). *The Tradition of Islam*. Oxford, p. 89 ff.[16]
[17] Urdu Daira-e-Ma'arif-e-Islamia. (n.d.). Vol. 10, p. 631.
[18] Mawsu‘at al-Yahud (Encyclopedia of the Jews), Vol. 5, p. 330.
[19] Mawsu‘at al-Yahud (Encyclopedia of the Jews), Vol. 5, p. 330.
Abu al-Fath ibn Abi al-Hasan al-Samiri, *Kitab al-Tarikh Mimma Taqaddama ‘an al-Aba’35*[20]
[21] Ahmad Hijazi al-Saqqa, *Muqaddimat al-Tawrah al-Samiriyyah*, 17.
[22] Ahmad Hijazi al-Saqqa, *Muqaddimat al-Tawrah al-Samiriyyah*, 17.
[23] Ahmad Hijazi al-Saqqa, *Muqaddimat al-Tawrah al-Samiriyyah*, 17.
[24] *Urdu Da’irah Ma‘arif-e-Islamia*, vol. 10 (Lahore: University of the Punjab, 2012), 631
[25] D.E.Gowan, bridge between the testaments, P.176 and the LLL Ustrated Bible Dictionary part 3, P 1379
[26] Ziai, Aslam. *Tarikh ‘Ahd al-‘Atiq*. Part 2. Lahore: Masihi Isha‘at Khana, 2017.
[27] Qur’an 5:26
[28] Deuteronomy 10:6; 34:5.
[29] Deuteronomy 31:8; Joshua 13:21
[30] Isaiah 9:9; Jeremiah 23:13; Ezekiel 23:1–10; Micah 1:6.
[31] 2 Samuel 2:1–4.
[32] 2 Samuel 2:8–11.
[33] 2 Samuel 13:1–6.
[34] 2 Samuel 5:3.
[35] 1 Kings 11:14.
[36] 1 Kings 15:16, 32.
[37] 2 Kings 13:1–13.
[38] Jeremiah 3:6, 21; Ezekiel 37:15–28
[39] Jeremiah 61:5.
[40] 2 Kings, chap. 17
[41] Ezra, chap. 3–5.
[42] Nehemiah 13:23–31
[43] Ziai, Aslam. *Tarikh ‘Ahd al-‘Atiq*. Part 2. Lahore: Masihi Isha‘at Khana, 2017.
[44] *Atashin Kalam-e-Muqaddas*, “Mutal‘ati Isha‘at,” Life Publisher International, Springer, MO 65803, USA, 2015, 672, 674
[45] F. S. Khairullah, *Qamus al-Kitab*, 493; Sirach 50:27–28.
[46] Matthew Henry, *Tafsir al-Kitab* (Urdu), 3rd ed. (Lahore: Church Foundation Seminars, St. Thomas Center, Raiwind Road, 2005), 3:700
[47] John 8:48.
[48] MacDonald, William. *Tafsir al-Kitab*. Urdu trans. Jacob Abad Samuel. Lahore: Masihi Isha‘at Khana, 2018), 2:289

---

[49] Acts 8:4–25.
[50] al-Samiri, Abu al-Fath ibn Abi al-Hasan. *Kitab al-Tarikh Mimma Taqaddama ʻan al-Aba* 172–174.
[51] *Urdu Da'irah Maʻarif-e-Islamia*, vol. 10 (Lahore: University of the Punjab, 2012), 629
[52] *Urdu Da'irah Maʻarif-e-Islamia*, vol. 10 (Lahore: University of the Punjab, 2012), 632–633.
Arabic Wikipedia, "al-Samariyyun (Samaritans)," accessed March 29, 2026, https://ar.wikipedia.org/wiki/سامريون [53]
[54] YouTube, "Video Title," YouTube video, accessed March 29, 2026, https://www.youtube.com/watch?v=3_eQScT-rsQ
http://www.thesamaritanupdate.com/ [55] *The Samaritan Update*, accessed March 29, 2026
[56] El-Messiri, *Encyclopedia of Jews, Judaism and Zionism*, 5:320.
[57] Kairanvi, Rahmatullah. *Izhar al-Haq*. Urdu trans. Akbar Ali. Karachi: Maktaba Dar al-Uloom, 2010), 1:313–314
[58] Khairullah, *Qamoos al-Kitab*, 622.
[59] Barkatullah, Archdeacon. *Sehat-e-Muqaddasa*. Lahore: MIK Publications, 2010. 62
[60] al-Samiri, *Kitab al-Tarikh*, 35.
[61] Barkatullah, *Sehat-e-Muqaddasa*, 62.
[62] Shahada, Haseeb. *al-Tarjamah al-ʻArabiyyah li al-Tawrah al-Samiriyyin*. Vol. 1. Jerusalem: Israel Academy of Sciences and Humanities, 1989.
دوران ترجمہ میں نے دونوں کا بسا اوقات تقابل کیا ہے معنی و مفہوم کے لحاظ سے تو کوئی فرق نہیں نظر آیا البتہ الفاظ کی تسہیل و غموض میں بہر حال فرق ہے

[63] مصر کے بادشاہ فرعون ٹولیمی ثانی فیلڈ یلفس (از 285ق م۔246ق م) کے حکم سے بہتر (72) یہودی علماء نے توراہ اور یگر کتب مقدسہ کا یونانی زبان میں ترجمہ کیا، اسے ترجمہ سبعینیہ بھی کہا جاتا ہے- Barkatullah, *Sehat-e-Muqaddasa*, 93

[64] Barkatullah, *Sehat-e-Muqaddasa*, 63
[65] Genesis 1:2
[66] Genesis 5:21
[67] Deuteronomy 27:4–5
[68] پیدائش 1: 27؛5: 1؛9: 6
[69] Deuteronomy 18:15
[70] Acts 3:21–22
[71] Deuteronomy 34:10
[72] Genesis 20:14
[73] Genesis 42:16
[74] Genesis 42:16
[75] Exodus 6:9
[76] Exodus 6:9
[77] Exodus 6:20
[78] Exodus 6:20
[79] Exodus 7:17–18
[80] Exodus 7:17–18
[81] Deuteronomy 10:6–7
[82] Deuteronomy 10:6–7

[83] Genesis 8:4
[84] F. S. Khairullah, *Qamoos al-Kitab (Bible Dictionary)* (Lahore: Masihi Isha'at Khana, Ferozepur Road, 2008), 40.
[85] https://en.wikipedia.org/wiki/Serendip1